عہد رسالت میں سردارانِ یہود کے خلاف خفیہ تادیبی کاروائی

(وجوہ واسباب کا تجزیاتی مطالعہ)

محمد اکرم وِرک*
محمد ریاض محمود**

ہجرت مدینہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود اور دیگر قبائل عرب کے ساتھ میثاق مدینہ کی صورت میں دوستانہ معاہدہ کیا، تاکہ مدینہ کو بیرونی حملہ آوروں خصوصاً قریش کی لشکر کشی سے محفوظ کیا جا سکے۔ لیکن یہودی قوم نے بالعموم اور کعب بن اشرف اور ابورافع جیسے سردارانِ یہود نے بالخصوص اس معاہدہ کو محض حالات کے جبر کے تحت ہی قبول کیا، جب کہ وہ دل سے اسلام اور مسلمانوں کی روز افزوں ترقی سے سخت نالاں تھے۔ کعب بن اشرف نے غزوہ بدر میں مسلمانوں کی کامیابی کے بعد اور ابورافع نے خیبر کی طرف سے جلا وطنی کے بعد اپنی ساری توانائیاں اسلام کو ختم کرنے کے لیے صرف کر دیں۔ کعب بن اشرف نے معاہد ہونے کے باوجود مسلمانوں کے خلاف قریش مکہ کی اعلانیہ مدد کی اور ان کو جنگ پر آمادہ کرنے کے لیے سردارانِ قریش سے مکہ میں جا کر ملاقات بھی کی۔ اس نے نہ صرف مسلمانوں کی عزت وناموس پر حملے کیے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی خفیہ طریقہ سے قتل کروانے کی کوشش کی۔ ان ناپاک حرکات کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گوریلا کاروائی کے ذریعہ کعب بن اشرف کو قتل کروا دیا۔ اسی طرح ابورافع کو اس کے قبیلہ سمیت جب خیبر کی طرف جلاوطن کیا گیا تو اس نے اپنی ساری دولت اور وسائل اسلام کے بڑھتے ہوئے قدم روکنے کے لیے صرف کر دیے۔ اس نے بنوغطفان کو مدینہ پر حملہ آور ہونے کے لیے اپنے مکمل وسائل فراہم کیے۔ لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خفیہ کاروائی کے ذریعہ ابورافع کو بھی قتل کروا دیا۔ چونکہ ان لوگوں کی دشمنی اسلام اور اہلِ اسلام کے لئے کھلی جنگ کی شکل اختیار کر چکی تھی، اس لئے رسول اللہ ﷺ نے بجائے اس کے کہ پوری یہودی قوم کے خلاف اعلانِ جنگ فرماتے جس سے خون ریزی کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہو جاتا، آپ ﷺ نے شرانگیزی کے اصل سرغنوں کو قتل کروا دیا اور باقی یہودی قوم

---

* ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ، گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ کالج سیٹلائٹ ٹاؤن، گوجرانوالہ، پاکستان

** لیکچرر شعبہ اسلامیات، گورنمنٹ ڈگری کالج، پیپلز کالونی، گوجرانوالہ، پاکستان

سے کوئی تعرض نہ فرمایا۔ بعض مستشرقین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان گوریلا کاروائیوں کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے اور آپ ﷺ پر یہ الزام عائد کیا گیا کہ اپنے مخالفین کو خفیہ طریقے سے قتل کروانا محمد ؐ کی خاص حکمت عملی تھی۔ حالانکہ یہ بات دلائل کی بنیاد پر بالکل غلط ہے جس کا اعتراف بہت سے انصاف پسند مستشرقین نے بھی کیا ہے۔ ایسے باغی اور شر پسند عناصر کے خلاف رسول اللہ ﷺ نے اسلامی ریاست کے سربراہ کی حیثیت سے جو کاروائی فرمائی، معروضی حالات اور اسلامی قوانین کے مطابق بالکل بروقت اور درست تھی۔ زیر نظر مضمون میں عہدِ رسالت ﷺ میں سردارانِ یہود کے خلاف گوریلا کاروائیوں کا اخلاقی اور شرعی جواز پیش کرتے ہوئے مستشرقین کے اعتراضات کا علمی جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

حضرت محمدؓ بن مَسْلَمَہ (م۴۳ھ) نے 3ھ میں رسول اللہ ﷺ کے حکم سے مشہور یہودی سردار کعب بن اشرف کو اپنے ساتھیوں کی مدد سے خفیہ طریقے سے قتل کردیا، اسی طرح ایک دوسرے یہودی سردار ابورافع سَلَّامُ بْنُ اَبِی الْحُقَیْق کو بھی حضرت عبداللہؓ بن عتیک انصاری (م۱۲ھ) نے اپنے ساتھیوں کی مدد سے 6ھ میں خفیہ کاروائی کے ذریعے قتل کردیا۔ یہودی سرداروں کے خلاف کی گئی ان خفیہ کاروائیوں کی مکمل تفصیلات تاریخ، سیرت اور معتبر و مستند کتبِ حدیث میں موجود ہیں۔ کعب بن اشرف کے خلاف گوریلا کاروائی کی تفصیل حضرت جابر بن عبداللہؓ (م۷۸ھ) سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

> ''کعب بن اشرف کو کون قتل کرے گا؟ کیونکہ اس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ایذا پہنچائی ہے۔ حضرت محمدؓ بن مسلمہ نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! کیا آپ ﷺ اس کو پسند کریں گے کہ میں اس کو قتل کردو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! انہوں نے عرض کیا: پھر مجھے کچھ تعریضاً کہنے کی اجازت دیجیے، آپ ﷺ نے فرمایا: کہہ لینا، پس وہ کعب بن اشرف کے پاس گئے اور اس سے کچھ بات چیت کی، اور اپنا اور حضور ﷺ کا فرضی معاملہ بیان کرتے ہوئے کہا: یہ شخص ہم سے صدقات لیتا ہے اور ہم کو اس نے مصیبت میں ڈال رکھا ہے، جب کعب نے یہ سنا تو کہا: خدا کی قسم ابھی تو تم کو اور مصیبت پڑے گی۔ محمدؓ بن مسلمہ نے کہا: ہم اس کی اِتباع کر چکے ہیں، اب ہمیں اس کو چھوڑنا برا معلوم ہوتا ہے تاوقتیکہ ہم یہ نہ دیکھ لیں کہ اس کا انجام کیا ہوتا ہے۔ محمدؓ بن مسلمہ نے کہا: میں یہ چاہتا ہوں کہ تم مجھے کچھ قرض دو۔ کعب نے کہا: تم میرے پاس کیا چیز رہن رکھو گے؟ محمدؓ بن مسلمہ نے کہا: جو تم چاہو، کعب نے کہا: تم اپنی عورتیں میرے پاس رہن رکھ دو، محمدؓ بن مسلمہ نے کہا: تم عرب کے حسین ترین شخص ہو، ہم تمہارے پاس اپنی عورتیں کیسے گروی رکھ سکتے ہیں! کعب نے کہا:

> پھر اپنے بچے گروی رکھ دو، محمدؓ بن مسلمہ نے کہا: پھر تو ہمارے بچوں کو یہ گالی دی جائے گی کہ یہ دو وسق کھجور کے عوض گروی رکھا گیا تھا، البتہ ہم اپنے ہتھیار تمہارے پاس گروی رکھ دیں گے۔ کعب نے کہا: ٹھیک ہے، محمدؓ بن مسلمہ نے کعب سے وعدہ کیا کہ حارثؓ، ابوعبسؓ بن جبر اور عبادؓ بن بشر کو لے کر تمہارے پاس آؤں گا۔ سو یہ لوگ اس کے پاس گئے اور رات کو اسے بلایا، کعب ان کی طرف جانے لگا تو اس کی بیوی نے کہا: مجھے ایسی آواز آرہی ہے جیسے خون کی آواز ہو، کعب نے کہا: یہ محمدؓ بن مسلمہ، اور میرا رضاعی بھائی ابو نائلہؓ ہے۔ اور ویسے بھی معزز آدمی کو اگر رات کے وقت بھی نیزہ بازی کے لیے بلایا جائے تو وہ چلا جاتا ہے، ادھر محمدؓ بن مسلمہ نے اپنے ساتھیوں سے کہہ دیا تھا کہ جب کعب آئے گا تو میں اپنا ہاتھ اس کے سر کی طرف بڑھاؤں گا، جب میں اس پر قابو پاؤں تو تم اس وقت اس پر حملہ کر دینا۔ جب کعب نیچے اترا تو وہ سر کو چادر سے چھپائے ہوئے تھا، ان لوگوں نے کہا: آپ سے تو خوشبو کی مہک آرہی ہے۔ اس نے کہا: ہاں، میرے ہاں فلاں عورت ہے جو عرب کی سب سے معطر عورت ہے، محمدؓ بن مسلمہ نے کہا: کیا آپ مجھے یہ خوشبو سونگھنے کی اجازت دیں گے؟ کعب نے کہا: ہاں سونگھ لو، محمدؓ بن مسلمہ نے اس کا سر سونگھا، پھر کہا: کیا آپ مجھے دوبارہ سر سونگھنے کی اجازت دیں گے؟ اور پھر اس کا سر مضبوطی سے پکڑ لیا اور ساتھیوں سے کہا: حملہ کر دو اور انہوں نے اسے قتل کر دیا۔'' (۱)

دوسرا یہودی سردار ابورافع سلاَّمُ بنُ اَبِی الْحُقَیقِ تھا۔ ابو رافع خیبر کے نزدیک ایک قلعہ میں رہائش پذیر تھا۔ یہ رئیس التجار و تاجر الحجاز کے لقب سے مشہور تھا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (۲۵۶ھ) نے ابورافع کے قتل کا تفصیلی واقعہ حضرت براء بن عازبؓ (م ۷۲ھ) کی سند سے نقل کیا ہے۔ حضرت براء بن عازبؓ بیان کرتے ہیں:

> ''رسول اللہ ﷺ نے ابو رافع یہودی (کے قتل) کے لیے چند انصاری صحابہ کو بھیجا اور عبداللہؓ بن عتیک کو ان کا امیر بنایا۔ ابو رافع یہودی، حضور اکرم ﷺ کی ایذاء کے درپے رہا کرتا تھا اور آپ ﷺ کے خلاف آپ ﷺ کے دشمن کی مدد کیا کرتا تھا، سرزمین حجاز میں اس کا ایک قلعہ تھا اور وہیں وہ رہا کرتا تھا، جب اس کے قلعہ کے قریب یہ حضرات پہنچے تو سورج غروب ہو چکا تھا اور لوگ اپنے مویشی لے کر واپس اپنے گھروں کو آچکے تھے۔ عبداللہؓ بن عتیک نے اپنے ساتھیوں سے کہا: آپ لوگ یہیں رہیں، میں اس کے قلعہ پر جارہا ہوں ممکن ہے دربان پر کوئی تدبیر کارگر ہو جائے اور میں اندر جانے میں کامیاب ہو جاؤں، چنانچہ آپؓ قلعہ کے پاس آئے اور دروازے سے قریب پہنچ کر

آپؓ نے خود کو اپنے کپڑوں میں اس طرح چھپا لیا جیسے کوئی قضائے حاجت کر رہا ہو۔ قلعہ کے تمام افراد اندر داخل ہو چکے تھے، دربان نے انہیں بھی قلعہ کا آدمی سمجھ کر آواز دی: خدا کے بندے! اگر اندر آنا ہے تو جلدی آ جاؤ، میں اب دروازہ بند کر دوں گا۔ عبداللہؓ بن عتیک کا بیان ہے کہ میں بھی اندر چلا گیا اور چھپ کر اس کی نقل و حرکت کو دیکھنے لگا۔ جب سب لوگ اندر آ گئے اس نے دروازہ بند کیا اور کنجیوں کا گچھا کھونٹی پر ٹانک دیا۔ ان کا بیان ہے کہ اب میں ان کنجیوں کی طرف بڑھا اور انہیں اپنے قبضہ میں کر لیا۔ پھر میں نے دروازہ کھول لیا۔ ابو رافع کے پاس اس وقت کہانیاں اور داستانیں بیان کی جا رہی تھیں۔ وہ اپنے خاص بالا خانے میں تھا، جب داستان گو اس کے یہاں سے اٹھ کے چلے گئے تو میں اس کے کمرے کی طرف چلنے لگا، اس عرصہ میں میں جتنے دروازے اس تک پہنچنے کے لیے کھولتا تھا۔ انہیں اندر سے بند کر دیا کرتا تھا، اس میں میرا مقصد یہ تھا کہ اگر قلعہ والوں کو میرے متعلق معلوم بھی ہو جائے تو اس وقت تک یہ لوگ میرے پاس نہ پہنچ سکیں جب تک میں اسے قتل نہ کر لوں۔ آخر میں اس کے قریب پہنچ گیا، اس وقت وہ ایک تاریک کمرے میں اپنے اہل وعیال کے ساتھ سو رہا تھا، مجھے کچھ اندازہ نہیں ہو سکا کہ وہ کہاں ہے اس لیے میں نے آواز دی: یا ابا رافع! وہ بولا کون ہے؟ اب میں نے آواز کی طرف بڑھ کر تلوار کی ایک ضرب لگائی، اس وقت میں بہت گھبرایا ہوا تھا اور یہی وجہ ہے کہ میں اس کا کام تمام نہیں کر سکا، وہ چیخا تو میں کمرے سے باہر نکل آیا اور تھوڑی دیر تک باہر ہی ٹھہرا رہا۔ پھر دوبارہ اندر گیا اور میں نے پوچھا: ابو رافع! یہ آواز کیسی تھی؟ وہ بولا: تیری ماں پر تباہی آئے ابھی ابھی مجھ پر کسی نے تلوار سے حملہ کیا تھا۔ ان کا بیان ہے کہ پھر آواز کی طرف بڑھ کر میں نے تلوار کی ایک ضرب لگائی۔ اگر چہ میں اسے زخمی تو بہت کر چکا تھا لیکن وہ ابھی مرا نہیں تھا، اس لیے میں نے تلوار کی نوک اس کے پیٹ پر رکھ کر دبائی جو اس کی پیٹھ تک پہنچ گئی، اب مجھے یقین ہو گیا تھا کہ میں اسے قتل کر چکا ہوں، چنانچہ میں نے ایک ایک کر کے دروازے کھولنا شروع کیے، آخر میں ایک زینہ پر پہنچا۔ میں یہ سمجھا کہ زمین کی سطح تک میں پہنچ چکا ہوں، اس لیے میں نے اس پر پاؤں رکھ دیا حالانکہ میں ابھی اوپر ہی تھا اس لئے نیچے گر پڑا، اس طرح گر پڑنے سے میری پنڈلی ٹوٹ گئی، میں نے اسے اپنے عمامہ سے باندھ لیا۔ چاندنی رات تھی، میں آ کر دروازہ پر بیٹھ گیا۔ میں نے یہ ارادہ کر لیا تھا کہ یہاں سے اس وقت تک نہیں جاؤں گا جب تک یہ معلوم نہ ہو جائے کہ آیا میں اسے قتل کر چکا ہوں یا نہیں۔ جب سحر کے وقت

> مرغ نے بانگ دی تو اسی وقت قلعہ کی فصیل پر ایک پکارنے والے نے کھڑے ہو کر اعلان کیا کہ اہل حجاز کے تاجر ابو رافع کی موت ہوگئی ہے۔ میں اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور ان سے کہا: اب جلدی کرو اللہ تعالیٰ نے ابو رافع کو قتل کرا دیا ہے، چنانچہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ کو اس کی اطلاع دی۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا: اپنا پاؤں پھیلاؤ، میں نے پاؤں پھیلایا تو آنحضور ﷺ نے اس پر دست مبارک پھیرا۔ اس کی برکت سے پاؤں اتنا اچھا ہوگیا جیسے کبھی اس میں چوٹ آئی ہی نہیں تھی۔" (۲)

بعض مستشرقین (Orientalists) نے یہودی سرداروں کے خلاف کاروائی کو بنیاد بنا کر رسول اللہ ﷺ کی سیرت پر ناروا اعتراضات کئے ہیں اور یہ استدلال کیا ہے کہ مخالفین کو خفیہ طریقے سے قتل کروانا آپ ﷺ کا معمول تھا اور آپ ﷺ نے اپنے پیروکاروں کو یہودیوں کے خفیہ طریقے سے قتل عام کی اجازت دے رکھی تھی۔ چنانچہ مستشرق ولیم میور (م ۱۹۰۵ء) (William Muir) لکھتا ہے:

> "Muhammad accorded a general permission to his followers to slay them (jews) wherever met."(3)
>
> "محمد ﷺ نے اپنے پیروکاروں کو اس بات کی عام اجازت دے دی کہ وہ یہودیوں کو جہاں بھی پائیں، قتل کر ڈالیں۔"

منکرین حدیث، جو عام طور پر مستشرقین (Orientalists) ہی کے خوشہ چین ہیں، نے بھی ان روایات کو جن میں یہودی سرداروں کے قتل کے واقعات بیان ہوئے ہیں، من گھڑت قرار دیا ہے۔ ماہنامہ "طلوع اسلام" کے اعتراضات ملاحظہ فرمائیں:

> "خلفاء بنی امیہ و بنی عباسیہ کا ایک دستور یہ بھی تھا کہ کبھی کبھی وہ اپنے دشمنوں کو مخفی تدبیروں سے قتل کرادیا کرتے تھے اور اس کو اپنی بساطِ سیاست کی ایک اچھی چال سمجھتے تھے۔ اس وجہ سے ان کے حامیوں اور حاشیہ نشینوں نے ایسی روایتیں بنائیں کہ اس قسم کے قتل کو رسالت مآب ﷺ کا فعل ثابت کردیں تاکہ ان سلاطین کو اپنی کاروائیوں کے جواز کی سند مل جائے۔" (۴)

پھر ان احادیث کو رد کرنے کی اہم وجہ یہ بیان کی ہے:

> "ان مکذوب اور مکروہ روایات کی بنا پر رحمۃ للعالمین ﷺ پر خفیہ قتل کرانے کا الزام وہی شخص رکھے گا جو تنقیدی عقل سے عاری ہو اور راویوں کی دسیسہ کاری اور مقامِ نبوت سے قطعاً نا آشنا ہو۔" (۵)

سرداران یہود، کعب بن اشرف اور ابو رافع کے قتل پر مشتمل واقعات تاریخ و سیر کی مستند کتب کے علاوہ

معتبر کتبِ حدیث میں صحیح اسناد کے ساتھ مروی ہیں، اس لئے ان واقعات کے وقوع کی صحت تو ہر طرح کے شک و شبہ سے بالاتر ہے، اس لئے ضروری ہے کہ ہم ان وجوہات کا تعین کریں جن کی بنا پر رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں کے لئے قتل جیسی سنگین سزا تجویز فرمائی، حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے جو تعلیمات پیش فرمائی ہیں ان میں انسانی جان کی حرمت کو بڑی اہمیت دی گئی ہے، اس حوالے سے قرآن کی متعدد آیات کو بطور دلیل پیش کیا جاسکتا ہے۔ جبکہ دوسری طرف سیرت طیبہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ذات کے حوالے سے کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا۔ آپ ﷺ کی صلح اور جنگ صرف اللہ کے لئے تھی۔ سیرتِ نبوی ﷺ سے ایسی درجنوں مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنے بدترین دشمنوں کو بھی معاف فرمادیا اور اپنی ذاتی تسکین کے لئے ان سے کبھی انتقام نہیں لیا۔ حضرت عائشہؓ (م ۵۸ھ) فرماتی ہیں:

> ”وما انتقم رسول الله ﷺ لنفسه الا ان تنتهك حرمة الله فينتقم لله بها“(٦)
>
> ”رسول اللہ ﷺ نے اپنی ذات کے لئے کسی سے انتقام نہیں لیا مگر جب کہ اللہ کی حرمت مجروح ہو تو پھر اللہ کے لئے انتقام لیتے۔“

اب یہاں دو باتیں قابلِ غور ہیں کہ کیا کعب بن اشرف کا حضور اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنا، مسلمانوں کے خلاف کفار کو برانگیختہ کرنا اور مسلمان عورتوں کا اشعار میں بیہودہ انداز میں ذکر کرنا، نبی کریم ﷺ کا ذاتی معاملہ تھا کہ آپ اس پر درگزر سے کام لیتے اور اس کو یہ حرکات جاری رکھنے دیتے یا پھر یہ پوری مسلمان قوم کے وقار، بقا اور اسلام کی حرمت کا معاملہ تھا؟ رسول اللہ ﷺ کے حکم سے کی جانے والی ان گوریلا کاروائیوں کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ کعب بن اشرف اور ابو رافع کے حکمِ قتل کے مکمل پسِ منظر اور سرداران یہود پر جو فردِ جرم عائد ہوتی ہے، اس کو سامنے رکھا جائے۔ ذیل کی سطور میں سب سے پہلے ہم اختصار کے ساتھ کعب بن اشرف کا خاندانی پسِ منظر اور مسلمانوں کے ساتھ اس کے بغض و عناد کا حال بیان کیا جاتا ہے جو اس کے قتل کا بنیادی محرّک بنا۔

علامہ ابن حجر (م ۸۵۲ھ) ابن اسحاق (م ۱۵۰ھ) کے حوالے سے کعب بن اشرف کا خاندانی پس منظر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> ”كان عربيا من بنى بنهان وهم بطن من طيى، وكان ابوه اصاب دما فى الجاهليه فاتى المدينة فحالف بنى النضير فشرف فيهم، و تزوج عقيلة بنت ابى الحقيقى فولد له كعبا“(٧)

> ’’(مشہور یہودی سردار اور شاعر) کعب بن اشرف کا باپ اشرف بنو نبہان کے عرب قبیلے سے تھا، جو قبیلہ ’’طے‘‘ کی شاخ تھا۔ قتل کا ارتکاب کر کے انتقام کے ڈر سے مدینہ چلا آیا اور بنونضیر کا حلیف ہو کر اس قدر عزت اور رسوخ پیدا کیا کہ ابو رافع سلام بن ابی الحقیق یہودی سردار کی لڑکی عقیلہ سے شادی کی۔ اسی کے بطن سے کعب پیدا ہوا۔‘‘

اس دوطرفہ رشتہ داری کی وجہ سے کعب، یہود اور عرب دونوں سے برابر کا تعلق رکھتا تھا، وہ رفتہ رفتہ مالداری کی وجہ سے عرب کے تمام یہودیوں کا رئیس بن گیا۔ اس کے باوجود کہ یہود کا میثاق مدینہ کی صورت میں مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ تھا۔ تاریخ وسیر کی کتب میں موجود مستند روایات سے یہ بات ثابت ہے کہ نبی کریمؐ نے مدینہ پہنچتے ہی وہاں کے باشندوں کے مابین ایک معاہدہ کروایا تھا، جس کی حیثیت معاہدہ سے زیادہ دستور کی ہے، اس میں یہود کو معاہد بناتے ہوئے ان پر اس معاہدہ کی پاسداری بالکل اسی طرح لازم کی گئی تھی جس طرح کہ مسلمانوں پر اس کی پاسداری ضروری تھی۔ اس معاہدہ کی چیدہ چیدہ شقیں جن میں یہود کا تذکرہ ہے حسب ذیل ہیں:

> ”وانه من تبعنا من يهود فان له النصر والاسوة غير مظلومين ولامتناصر عليهم ۔وان يهود نبى عوف امة مع المؤمنين لليهود دينهم وللمسلمين دينهم مواليهموانفسهم والا من ظلم و اثم فانه لا يوتغ الا نفسه و اهل بيته ۔وان على اليهود نفقتهم وعلى المسلمين نفقتهم وان بينهم النصر على من حارب اهل هذه الصحيفة وان بينهم النصح والنصيحة والبر دون الاثم،وانه لايأثم امر، بحليفه وان النصر للمظلوم ۔ وانه لا تجار حرمة الا باذن اهلها ۔وان بينهم النصر على من دهم يثرب‘‘(۸)

’’یہود میں سے جو بھی ہمارا اتباع کرے گا، اسے مدد اور مساوات حاصل ہوگی، ان یہود پر نہ تو ظلم کیا جائے گا اور نہ ہی ان کے خلاف کسی دشمن کی مدد کی جائے گی۔ اور یہود بنی عوف اور ان کے اپنے حلفاء وموالی، سب ملکر مسلمانوں کے ساتھ ایک جماعت (فریق) متصور ہوں گے، یہودی اپنے دین پر (رہنے کے مجاز) ہوں گے اور مومن اپنے دین پر کاربند رہیں گے۔ البتہ جس نے ظلم یا عہد شکنی کا ارتکاب کیا تو وہ محض اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو مصیبت میں ڈالے گا۔ یہودیوں پر ان کے مصارف کا بار ہوگا اور مسلمانوں پر ان کے مصارف کا۔ اور اس صحیفہ والوں کے خلاف جو بھی جنگ کرے گا تو تمام فریق (یہودی اور مسلمان) ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔ نیز خلوص کے ساتھ ایک دوسرے کی خیر خواہی کریں گے، ان کا شیوہ وفاداری ہوگا نہ کہ عہد شکنی اور ہر مظلوم

> کی بہر حال حمایت و مدد کی جائے گی۔ کسی پناہ گاہ میں وہاں والوں کی اجازت کے بغیر کسی کو پناہ نہیں دی جائے گی۔ اور یثرب پر جو بھی حملہ آور ہو تو اس کے مقابلے میں یہ سب (یہودی اور مسلمان) ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔''

اس معاہدہ میں کوئی بھی بات ایسی نہ تھی جو یہود کے مفادات کے خلاف ہوتی یا ان کو کسی ایسے کام پر مجبور کرتی جس کی وجہ سے وہ اس معاہدہ کی خلاف ورزی کو ناگزیر تصور کرتے، لیکن کعب بن اشرف اور ابو رافع نے متعدد بار اس معاہدہ کی خلاف ورزی کی اور ایسی حرکات کا ارتکاب کیا جو ریاستی قانون کے خلاف تو تھیں ہی، مسلمانوں کی غیرت وحمیت کے بھی خلاف تھی۔ اس لیے وہ نہ معاہد رہے اور نہ ہی مسلمانوں کے لئے معصوم الدم کیونکہ یہ بات مسلمہ ہے' جس کو عقل عام بھی تسلیم کرتی ہے کہ محارب کی کسی طرح کی جنگی مدد کرنے والا بھی محارب ہی شمار ہوتا ہے اور جو سلوک محارب کے ساتھ روا اور جائز ہوتا ہے وہی سلوک اس مدد کرنے والے کے ساتھ بھی برتا جاسکتا ہے۔ کعب بن اشرف کو اسلام سے سخت بغض وعداوت تھی۔ (۹)

بدر کی لڑائی میں جب مکی رؤساء اور سردارانِ قریش مارے گئے اور زید بن حارثہؓ (م۸ھ) اور عبداللہ بن رواحہؓ (م۸ھ) مژدۂ فتح لے کر مدینہ آئے اور مقتولینِ بدر کے نام لے لے کر گنوانے لگے تو یہ ان کی تکذیب کرتا اور کہتا کہ اگر صنادیدِ قریش مار ڈالے گئے ہیں تو اب زندہ رہنا بے کار ہے، زندگی سے بہتر موت ہے اور جب اس کو ان کے مارے جانے کا یقین آ گیا تو باوجود معاہد ہونے کے تعزیت کے لئے مکہ گیا اور کشتگانِ بدر کے ایسے پر درد مرثیے کہے جن میں انتقام کی ترغیب تھی اور کافروں کی تعریف اور عام مسلمانوں کی ہجو تھی، لوگوں کو جمع کر کے نہایت درد سے مرثیے سناتا، خود روتا اور لوگوں کو رلاتا۔ اس نے اپنی شاعری کے ذریعہ مکہ اور قبائلِ عرب میں مسلمانوں کے خلاف انتقام کی آگ بھڑکا دی۔ حافظ ابن کثیر (م۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

> ''وقال محمدبن اسحاق انه لما بلغه الخبر عن مقتل اهل بدر حين قدم زيد بن حارثة و عبد الله بن رواحة قال: والله لئن كان محمد اصاب هؤلاء القوم لبطن الارض خير من ظهرها۔ فلما تيقن عدوالله الخبر، خرج الى مكة فنزل على المطلب بن ابى وداعة بن صبيرة السهمى، وعنده عاتكة بنت ابى العيص بن امية بن عبد شمس بن عبد مناف، فانزلته و اكرمته، و جعل يحرض على قتال رسول الله ﷺ، وينشد الاشعار ويندب من قتل من المشركين يوم بدر''(۱۰)

''محمد بن اسحاق فرماتے ہیں کہ جب زید بن حارثہؓ اور عبداللہ بن رواحہؓ مدینہ منورہ آئے اور کعب

> بن اشرف کو اہل بدر کے قتل ہونے کی خبر ملی تو اس نے کہا: اگر محمد (ﷺ) نے ان لوگوں کو شکست دے دی ہے تو پھر موت زندگی سے بہتر ہیں، جب اس اللہ کے دشمن کو اس خبر کا یقین آیا تو مکہ گیا اور مطلب بن ابی وداعہ کے پاس جا ٹھہرا، اس کے پاس عاتکہ بنت ابی العیص تھی جس نے کعب بن اشرف کی بڑی آؤ بھگت کی۔ اس نے وہاں لوگوں کو رسول اللہ ﷺ سے قتال پر ابھارنا شروع کیا اور درد بھرے مرثیے سنا کر کشتگان بدر پر نوحہ کرنے لگا۔"

حالانکہ یہود کا مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ تھا۔ مسلمانوں سے دفاعی معاہدے کی وجہ سے کعب بن اشرف کا اہل مکہ کے پاس جانے کا کوئی جواز نہ تھا، لیکن وہ ابوسفیان کو حرم میں لے کر گیا اور کعبہ کا پردہ پکڑ کر معاہدہ کیا کہ ہم مقتولین بدر کا انتقام ضرور لیں گے۔ علامہ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

> "واخرج ابن عائذ من طريق الكلبي ان كعب بن الاشرف قدم على مشركي قريش فحالفهم عند استار الكعبة على قتال المسلمين" (۱۱)

مدینہ واپس آیا تو آنحضرت ﷺ کی ہجو میں برملا اشعار کہنا اور لوگوں کو آپ ﷺ اور مسلمانوں کے خلاف برانگیختہ کرنا شروع کیا، اس نے اپنے اشعار میں مسلمان خواتین کی عزت و ناموس پر ناپاک حملے کئے۔

> "وقال موسىٰ بن عقبة :وكان كعب بن الاشرف احد بنى النضير أو فيهم قد آذى رسول الله ﷺ بالهجاء، وركب الى قريش فاستغواهم ،وقال له ابو سفيان وهو بمكة :اناشدك ادیننا احب الى الله ام دين محمد و اصحابه ،واينا اهدى فى رايك واقرب الى الحق؟انا نطعم الجزور الكوماء، ونسقى اللبن على الماء ،و نطعم ما هبت الشمال ۔ فقال له كعب بن الاشرف: انتم اهدى منهم سبيلا۔۔۔ قال موسىٰ و محمد بن اسحاق: وقدم المدينة يعلن بالعداوة و يحرض الناس على الحرب، ولم يخرج من مكة حتى اجمع امرهم على قتال رسول الله ﷺ، وجعل يشبب بام الفضل بنت الحارث و بغيرها من نساء المسلمين" (۱۲)

اس پر بھی کعب نے اکتفا نہ کیا بلکہ قصد کیا کہ چپکے اور دھوکے سے آنحضرت ﷺ کو قتل کرا دے۔ فتح الباری میں ہے کہ کعب بن اشرف نے کچھ اور لوگوں کے ساتھ مل کر آنحضرت ﷺ کو کھانے کی دعوت میں بلایا اور چند یہودیوں کو متعین کر دیا کہ جب آپ ﷺ تشریف لائیں تو دھوکے سے آپ ﷺ کو قتل کر دیں۔ آپ ﷺ دعوت میں تشریف لے گئے۔ جبرائیلؑ نے آنحضرت ﷺ کو اس کی نیتِ بد سے مطلع کر دیا اور آپ ﷺ کو اپنے

پروں سے چھپا لیا۔ آپ ﷺ مدینہ واپس تشریف لے آئے لیکن کسی کو آپ ﷺ کے آنے کی خبر نہ ہوئی۔ علامہ ابن حجر فرماتے ہیں:

> ”ووجدت فی ’فوائد عبداللہ بن اسحاق الخراسانی‘ من مرسل عکرمہ بسند ضعیف الیہ لقتل کعب سببا آخر، وھو انہ صنع طعاما وواطأ جماعۃ من الیھود انہ یدعو النبی ﷺ الی الولیمۃ فاذا حضر فتکوا بہ، ثم دعاہ فجاء و معہ بعض اصحابہ، فاعلمہ جبریل بما اضمروہ بعد ان جالسہ، فقام فسترہ جبریل بجناحہ فخرج، فلما فقدوہ تفرقوا، فقال حینئذ: من ینتدب لقتل کعب“ (۱۳)

فتنہ انگیزی کا زیادہ اندیشہ ہوا تو آپ ﷺ نے بعض صحابہؓ سے شکایت کی اور فرمایا: کون شخص کعب بن اشرف کو قتل کرے گا؟ اس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو بے حد ایذائیں پہنچائیں۔ محمدؓ بن مسلمہ انصاری (م ۴۳ھ) نے عرض کیا: میں تعمیلِ حکم کے لئے حاضر ہوں، میں اس کا سر قلم کردوں گا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے ساتھیوں، ابو نائلہ سلکانؓ بن سلامہ بن وقش (جو کعب بن اشرف کے رضاعی بھائی تھے)، عبادؓ بن بشر بن وقش (م ۱۱ھ)، حارثؓ بن اوس بن معاذ (م ۳ھ)، اور ابوعبسؓ بن جبر (م ۳۴ھ) کی مدد سے اسے قتل کردیا۔ (۱۴)

کعب بن اشرف کی اسلام مخالف سرگرمیوں کا جائزہ لینے کے بعد اس پر جو فردِ جرم عائد ہوتی ہے اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ کعب نے نقضِ عہد کیا۔
۲۔ قریش مکہ کو آنحضرت ﷺ کے خلاف برانگیختہ کیا۔
۳۔ آپ ﷺ کی اور مسلمانوں کی اعلانیہ ہجو کی۔
۴۔ مسلم مستورات کی عزت و آبرو پر ناپاک حملے کئے۔
۵۔ آپ ﷺ کو قتل کرادینے کی سازش کی۔

مستشرقین نے بھی کعب بن اشرف کے باغیانہ کردار کا اعتراف کیا ہے۔ چنانچہ جناب ٹارانڈرائے (Tor Andrae) لکھتے ہیں:

> "This was the poet Ka,b ibn Al-Ashraf, who, after the battle of Badr, had the audacity to go to Mecca, where he sought to incite the Quraish to revenge by this sarcastic poems."(15)

”یہ شاعر کعب بن اشرف ہی تھا جو جنگ بدر کے بعد جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے مکہ گیا، جہاں

اس نے ہجو پر مبنی اپنے قصیدوں کے ذریعے سے قریش کو انتقام لینے پر برانگیختہ کیا۔“

منٹگمری واٹ (Montgomery Watt) لکھتا ہے:

"When he heard the news of Badr, he set out for Mecca, and by his verses helped to rouse the Meccans to greif and anger and the desire for revenge."(16)

”جب اس نے میدانِ بدر میں مسلمانوں کی کامیابی کی خبر سنی تو وہ مکہ روانہ ہوا، اس نے اپنی شاعری کے ذریعے اہلِ مکہ کو برانگیختہ کیا اور انتقام پر ابھارا۔“

اسلامی ریاست اور مسلمانوں کا حلیف ہونے کی حیثیت سے کعب بن اشرف کا اہلِ مکہ کے پاس جانے کا کوئی جواز نہ تھا۔ اس کا طرزِ عمل اور معاندانہ کردار غداری اور اعلانیہ بغاوت کے زمرے میں آتا ہے۔ یہود اور مسلمانوں کے درمیان معاہدے کا اعتراف خود مستشرقین نے بھی کیا ہے۔ چنانچہ مستشرق منٹگمری واٹ (Montgomery Watt) لکھتا ہے:

"As allies of the Arab clans the jews were in a sense included in the new community at Medina. There may even have been a direct treaty between some of them and Muhammad."(17)

”عرب قبائل کا حلیف ہونے کی وجہ سے یہودی ایک لحاظ سے مدنی معاشرے کا حصہ تھے۔ ممکن ہے ان میں سے بعض کے محمد ﷺ کے ساتھ براہِ راست معاہدے بھی ہوں۔“

ولیم میور (William Muir) اسلام دشمنی میں مستشرقین کا امام ہے، وہ واضح الفاظ میں تسلیم کرتا ہے کہ ہجرت کے تھوڑے ہی عرصہ بعد مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان ایک دفاعی معاہدہ طے پا گیا تھا، وہ لکھتا ہے:

"No concession was too great that might secure the countenance and allegiance of the jews. Accodringly, not long after his arrival, Mahomet entered into a treaty with them, which, both offensive and defensive guaranteed their safety and independence"(18)

”یہودیوں کی حمایت اور وفاداری حاصل کرنے کی خاطر انہیں کوئی سہولت دینا بھی خسارے کا سودا نہ تھا، اس لئے محمد ﷺ نے مدینہ پہنچنے کے بعد جلد ہی ان سے دفاع اور جنگ کا ایک معاہدہ کیا، جس کے مطابق ان کی آزادی اور سلامتی کی ضمانت دی گئی۔“

سید امیر علی (م ۱۹۲۸ء) کعب بن اشرف کی فتنہ انگیزیوں کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

The defeat of the idolaters at Badr was felt as keenly by the jews as by the Meccans.Immediately after this battle a distinguished member of their race, called Ka,b the son of Ashraf, belonging to the tribe of Nazir, publicly deploring the ill-success of the idolaters, proceeded towards Mecca.Finding the people there plunged in grief, he spared no exertion to revive their courage .By this satires against the prophet and his disciples, by his elegies on the Meccans who had fallen at Badr, he succeeded in exciting the koreish to that frenzy of vengeance which found vent on the plains of Ohad."(19)

”جنگِ بدر میں بت پرستوں کی شکست یہودیوں کو بھی اتنی ہی ناگوار گزری تھی جتنی اہلِ مکہ کو، جنگ کے فوراً بعد یہودی قوم کے ایک معزز فرد کعب بن اشرف نے، جو قبیلہ نضیر سے تھا، برسرِ عام کفار کی شکست پر اظہار افسوس کیا اور عازمِ مکہ ہوا، وہاں اس نے یہ دیکھ کر کہ لوگ غم میں ڈوبے ہوئے ہیں ان کے حوصلے بڑھانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ اس نے آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہ کی ہجویں سنا سنا کر اور بدر میں جو اہلِ مکہ قتل ہوئے تھے ان کے مرثیے گا گا کر قریش میں وہ جوشِ انتقام پیدا کیا جو بعد میں میدانِ احد میں ظاہر ہوا۔“

کعب بن اشرف کے جرائم کا تقاضا یہ تھا کہ آپ ﷺ اس کے اور اس کی قوم کے خلاف اعلانِ جنگ فرماتے، اور باغیانہ سرگرمیوں میں ملوث تمام افراد کو قرار واقعی سزا دیتے، لیکن آپ ﷺ نے اعلانِ جنگ کر کے میدانِ جنگ میں علی الاعلان اس سے اور اس کی قوم سے لڑائی کرنے کے بجائے حیلے سے اس کو قتل کرا دیا اور اس کی پوری قوم سے تعرض نہیں فرمایا کیونکہ وہ لوگ اس کے تابع تھے اور اصل سرغنہ یہی تھا، اس طرح اس فتنہ گر اور مفسد کا فتنہ و فساد ہمیشہ کے لئے ختم ہوگیا۔ خود یہود نے بھی اس کے اس کردار کا نہ صرف خود اعتراف کیا بلکہ وہ جب حضور اقدس ﷺ کی خدمت اقدس میں شکایت کرنے آئے تو آپ ﷺ نے اس کی ساری کارستانیاں انہیں بتائیں جنہیں سن کر وہ خاموشی کے ساتھ واپس چلے گئے۔ یہ اس بات کا اعتراف تھا کہ اس کی بدمعاشی اس قدر بڑھ چکی تھی کہ اس کا ایسا ہی انجام ہونا چاہئے تھا۔ فتح الباری میں ہے:

”و فی مرسل عکرمة ، فاصبحت یهود مذعورین ، فاتوا النبی ﷺ فقالوا قتل سیدنا غیلة ، فذکرهم النبی ﷺ صنیعه وما کان یحرض علیه و یؤذی المسلمین ، زاد ابن سعد، فخافوا فلم ینطقو۔“(۲۰)

ابو رافع کا معاملہ بھی کعب بن اشرف سے مختلف نہ تھا، اگرچہ صحیح بخاری کی روایت، جس کا حوالہ گذشتہ سطور میں گزر چکا ہے، میں اس کے جرائم کا بیان بھی موجود ہے، تاہم تاریخ و سیرت کی کتب کے مطالعہ سے معلوم

ہوتا ہے کہ اس کے عزائم انتہائی خطرناک تھے، وہ اسلامی ریاست کے خلاف مسلسل سازشوں میں مشغول تھا اور اس کی سرگرمیوں کی وجہ سے اسلامی ریاست کا وجود خطرے میں پڑ گیا تھا۔ فتح الباری میں ہے:

”انه کان ممن اعان غطفان وغیرھم من مشرکی العرب بالمال الکثیر علی رسول اللہ ﷺ “(۲۱)

یہ ان لوگوں میں سے تھا جنھوں نے آنحضرت ﷺ کے خلاف غطفان اور دوسرے مشرکین عرب کی مالِ کثیر سے مدد کی تھی“

ابو رافع نے غزوہ احزاب میں قبائل عرب کے جنگی اخراجات پورے کرنے اور لشکر کی تیاری میں بھرپور تعاون کیا۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ غزوہ احزاب کا ایک بڑا سبب یہی شخص تھا۔ جب اس کی شرانگیزیاں حد سے بڑھنے لگیں تو قبیلہ خزرج کے چند انصار صحابہ کی خواہش پر آپ ﷺ نے عبداللہؓ بن عتیک انصاری (م ۱۲ھ) کی زیر قیادت انصاری صحابہ کرامؓ کا ایک دستہ، جس میں ابو قتادہؓ حارث بن ربعی (م ۴۰ھ)، مسعودؓ بن سنان (م ۱۱ھ)، عبداللہؓ بن اُنیس (م ۵۴ھ)، اور خزاعیؓ بن اسود شامل تھے، روانہ فرمایا۔ اور ان کو یہ حکم دیا کہ کسی عورت اور بچے کو ہرگز نہ قتل کرنا۔ یہ لوگ شام کے وقت خیبر گئے۔ عبداللہؓ بن عتیک یہودیوں کی زبان سے واقف تھے۔ عبداللہؓ بن عتیک نے بہانے سے دروازہ کھلوا کر اس کو قتل کر دیا۔(۲۲)

سید امیر علی (م ۱۹۲۸ء) ابو رافع کے باغیانہ کردار پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

"Another jew of the Nazir,Abu Rafe Sallam, son of Abu,l Hukaik, was equally wild and bitter against the muslamans.He inhabited,with the fraction of histribe,the territories of Khaiber, four or five days'journey to the north-west of Madina. Detesting Mohammad and the muslamans,he made use of every endeaivour to excite the neighbouring Arab Tribes,such as the Sulaim and the gatafan against them."(23)

” بنو نضیر کا ایک اور یہودی ابو رافع سلام بن ابی الحقیق بھی مسلمانوں کا انتہائی جانی دشمن تھا۔ وہ اپنے قبیلے کی ایک شاخ کے ساتھ خیبر کے علاقے میں رہتا تھا جو مدینے کے شمال مغرب کی طرف چار پانچ دن کی مسافت پر واقع تھا۔ اسے آنحضرت ﷺ اور مسلمانوں سے اتنی نفرت تھی کہ اس نے ہمسایہ عرب قبائل مثلاً سلیم اور غطفان کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکانے میں ہر طرح کے جتن کئے۔“

جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری (م ۱۹۹۸ء) ابورافع کی فتنہ انگیزیوں پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''سلام بن ابی الحقیق ان لوگوں میں سے تھا جن کی کوششوں اور ترغیب سے مکہ کے قریش اور عرب کے دیگر قبائل نے ایک لشکرِ جرار کے ساتھ مدینہ طیبہ پر چڑھائی کی تھی اور مسلسل کئی روز تک مدینہ کا محاصرہ کئے رکھا تھا۔ یہ لشکر مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کے لئے مدینہ طیبہ پر حملہ آور ہوا تھا۔
>
> سلام بن ابی الحقیق نے جنگِ خندق میں لشکرِ کفار کی عبرت ناک شکست کے بعد بھی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اپنی معاندانہ کاروائیاں جاری رکھیں اور قبائلِ عرب کو مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے بھڑکاتا رہا۔ اس کی یہ کاروائیاں ریاستِ مدینہ کے خلاف کھلا اعلانِ جنگ تھیں اور جو دشمن مسلمانوں کے خلاف جنگ کرتا ہے، مسلمانوں کو حکم ہے کہ وہ بھی اس کے خلاف جنگ کریں۔
>
> حضور ﷺ نے اس کی پوری قوم پر عام حملہ کرنے کی بجائے چند صحابہ کرامؓ کو بھیج کر اس بدبخت کو قتل کروادیا، تاکہ زیادہ خون خرابہ نہ ہو۔ سلام بن ابی الحقیق نے خود جو راستہ اپنایا تھا اس کا انجام وہی ہوسکتا تھا جو ہوا۔ مجرم کو جرم کی سزا ملے تو اس انجام کا ذمہ دار وہ خود ہوتا ہے نہ کہ اس کے خلاف قانونی کاروائی کرنے والے۔''(۲۴)

سیرت، تاریخ اور حدیث کی کتب کے مطالعہ سے جو حقائق سامنے آتے ہیں ان سے واضح ہوتا ہے کہ ابورافع:

۱۔ آنحضرت ﷺ اور مسلمانوں کو اذیتیں پہنچاتا تھا۔
۲۔ مسلمانوں کے خلاف مشرکین مکہ اور دیگر قبائلِ عرب کو برانگیختہ کرتا تھا۔
۳۔ اس نے بنوغطفان اور بنوسلیم کی مسلمانوں کے خلاف مالی امداد کی تاکہ سامانِ رسد کی قلت نہ ہو۔
۴۔ غزوۂ احزاب یعنی خندق کی لڑائی کا بڑا سبب یہی شخص تھا۔

ان وجوہات کی بنا پر نبی ﷺ نے اعلانِ جنگ کر کے میدانِ جنگ میں اس سے اور اس کی قوم سے لڑائی کرنے کی بجائے چند جان نثاروں کو بھیج کر اسے قتل کروادیا اور فتنے کی جڑ کٹ جانے کے بعد آپ ﷺ نے باقی یہودی قوم سے تعرض نہیں فرمایا۔

سردارانِ یہود کے خلاف خفیہ کاروائیوں کی حکمت:

مستشرقین کا سردارانِ یہود کے قتل پر سب سے بڑا اعتراض یہی ہے کہ محمد ﷺ کا عام اصول یہ تھا کہ وہ اپنے مخالفین کو دھوکے سے قتل کروادیا کرتے تھے، اگرچہ گزشتہ سطور میں اس اعتراض پر تفصیلی گفتگو ہوچکی ہے، تاہم یہاں مشہور مستشرق جناب لین پول (Lane Poole) کا ایک اقتباس درج کیا جاتا ہے، جس میں موصوف نے

یہودی سرداروں کے خلاف اسلامی ریاست کی طرف سے کی گئی خفیہ کاروائی کے حق کو نہ صرف بالکل درست تسلیم کیا ہے بلکہ اسے معروضی حالات میں بہترین حکمتِ عملی بھی قرار دیا ہے، چنانچہ لین پول (Lane Poole) لکھتے ہیں:

"The reason is almost too obvious to need explanation. As there was no police ,or law-court, or even court martials, at Medina, some of the followers of Muhammad had therefore to be the executor of the death dentence, and it was better. This should be done quietly, as the execution of a man openly before his clan would have caused a brawl and more bloodshed and retaliation, till the whole city would have become mixed up in quarrel. If secret assasinations is the word for such deeds, secret assasinations was the necessary part of the internal government of Medina."(25)

”اس کی وجہ اس قدر واضح ہے کہ محتاج بیان نہیں۔ چونکہ مدینہ میں نہ کوئی پولیس تھی، نہ عام قانونی عدالتیں اور نہ ہی فوجی عدالتیں، اس وجہ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ پیروکاروں کو ہی سزاے موت نافذ کرنا پڑتی تھی اور یہی بہتر تھا۔ یہ کام خاموشی سے انجام پانا چاہیے تھا، کیونکہ کسی شخص کو اس کے قبیلے کے سامنے سرعام سزائے موت دینا زیادہ نزاع، خون ریزی اور انتقام کا باعث بنتا، حتیٰ کہ پورا شہر اس میں ملوث ہو جاتا۔ اگر اس طرح کی کارروائیوں کو خفیہ قتل کا نام دیا جائے تو خفیہ قتل مدینہ کے اندرونی نظام حکومت کا ایک لازمی حصہ تھا۔“

جسٹس سید امیر علی (م ۱۹۲۸ء) عہدِ رسالتؐ میں کی گئی اس نوعیت کی گوریلا کاروائیوں کی وجہ جواز بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"Christian controversialists have stigmatised these executions as "assassinations." And because a Moslem was sent secretly to kill eachof the criminals, in their prejudice against the Prophet,they shut their eyes to the justice of the sentence, and the necessity of a swift and secret execution.There existed then no police court,no judicial tribunal, nor even a court-martial,to take cognisance of individual crimes. In the absence of a State executioner any individual might become the executioner of the law.These men had broken their formal pact; it was impossible to arrest them in public,or execute the sentence in the open before their clans, without causing unnecessary blood-shed,and giving rise to the feud of blood,and

> everlasting vendetta. The exigencies of the State required that whatever should be done should be done swiftly and noiselessly upon those whom public opinion had arraigned and condemned."(26)

> ’’عیسائی مناظرین نے اسے دغا بازانہ قتل سے تعبیر کیا ہے اور چونکہ اس سزا کی انجام دہی کے لئے مسلمان خفیہ طور پر بھیجے گئے تھے اس لئے وہ آنحضرت ﷺ سے تعصب کی بنا پر اس سزا کے مبنی بر عدل ہونے اور اس کے عاجلانہ اور خفیہ طور پر انجام دیئے جانے کی ضرورت کو نظر انداز کر دیتے ہیں، اس وقت انفرادی جرائم کی سزا دینے کیلئے کوئی پولیس، عدالت یا فوجداری عدالت بلکہ فوجی عدالت بھی نہ تھی۔ چونکہ کوئی سرکاری جلاد نہ تھا، اس لئے حکومت کی طرف سے سزا دینے کا اختیار کسی فرد کو ہی دیا جا سکتا تھا۔ چونکہ ان لوگوں نے ایک باضابطہ معاہدے کی خلاف ورزی کی تھی، انہیں نہ برسرِ عام گرفتار کیا جا سکتا تھا، نہ ان کے قبیلوں کے سامنے سزائے قتل دی جا سکتی تھی، کیونکہ اگر ایسا کیا جاتا تو احتمال تھا کہ شدید خون ریزی ہوتی اور ثار یا انتقامِ خون کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہو جاتا۔ مملکت کی مصلحتوں کا تقاضا تھا کہ ان لوگوں کے خلاف جنہیں رائے عامہ مستحق سزا قرار دے چکی تھی، جو کچھ بھی کرنا تھا وہ فی الفور اور خاموشی سے کیا جائے۔‘‘

لین پول (Lane Poole) اور سید امیر علی کے مذکورہ بالا تجزیہ سے واضح ہو جاتا ہے کہ اس قسم کے معاہدہ شکنوں اور اعلانیہ غداروں کے خلاف معروضی حالات میں اس چارہ جوئی کو سفاکی کا نام نہیں دیا جا سکتا۔ بہر حال مستشرقین کے ان اعتراضات کے تحقیقی جائزے سے یہ بات نکھر کر سامنے آ جاتی ہے کہ یہ اعتراضات بھی دراصل اسی مخالفانہ مہم کی کڑی ہیں جو یہود و نصاریٰ کی طرف سے اسلام اور بانی اسلام کے خلاف ہمیشہ چلائی جاتی رہی ہے۔

خلاصۂ بحث:

مندرجہ بالا سطور میں یہودی سرداروں کے خلاف گوریلا کاروائی کی جن اخلاقی اور سیاسی وجوہات کا ذکر کیا گیا ہے، اگرچہ وہ معترضین کے جواب میں کافی ہیں، تاہم یہودی سرداروں کے خلاف کاروائی کی ایک بڑی وجہ ’’مذہبی‘‘ بھی ہے اور شاید اسے ہی سب سے بڑی وجہ قرار دینا مناسب ہے۔ تاریخ نبوت کے مطالعہ سے یہ بات بطور اصول کے واضح ہوتی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی نبی کو کسی قوم کی طرف مبعوث فرماتا ہے تو اس قوم پر اس کی اطاعت لازم ہو جاتی ہے اگر وہ قوم حق قبول کرنے کے بجائے کارِ نبوت کی انجام دہی میں مزاحم ہو رہی ہو تو اتمامِ حجت کے بعد اس قوم پر اللہ کا عذاب نازل ہوتا ہے۔ جو لوگ اسلام کے اقتدارِ اعلیٰ کے لئے چیلنج بن رہے ہوں

قرآن نے ان کے لئے یہ سزا تجویز کی ہے:

> ﴿إِنَّمَا جَزَآءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُّقَتَّلُوٓا أَوْ يُصَلَّبُوٓا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ذَالِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾
>
> ''ان لوگوں کی سزا جو اللہ اور رسول سے جنگ کرتے ہیں اور ملک میں فساد پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں، یہ ہے کہ گن گن کر قتل کر دیئے جائیں یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ دیئے جائیں، یا ملک سے نکال دیئے جائیں، یہ دنیا میں ان کی رسوائی ہے اور آخرت میں تو ان کے لئے بہت بڑا عذاب ہے۔''

یہ اصول جس طرح قوموں کے لئے ہے اسی طرح افراد کے لئے بھی ہے۔ اس اصول کو پیش نظر رکھنے کے بعد اگر قوم یہود اور خاص طور پر سرداران یہود کے کردار کا مشاہدہ کیا جائے تو ان کے خلاف اس کاروائی کا مذہبی اور دینی جواز بالکل واضح ہو جاتا ہے کیونکہ یہودی قوم پر حامل وحی ہونے کی وجہ سے نبی ﷺ کی صداقت زیادہ واضح تھی لیکن اس کے باوجود ان لوگوں نے نہ صرف اسلام قبول کرنے سے انکار کیا بلکہ ان کے سردار میثاق مدینہ کو عملی طور پر توڑنے کی وجہ سے اسلامی ریاست کے لئے چیلنج بن گئے تھے، اس لئے ان لوگوں کے خلاف سخت کاروائی دینی نقطۂ نظر سے آیتِ محاربہ کی رو سے لازم ہو چکی تھی۔

حوالہ جات وحواشی

(۱) مسلم بن حجاج بن مسلم القشیری، الامام ابوالحسین، (204-261ھ)؛ ''الجامع الصحیح''، کتاب الجہاد والسیر، باب قتل کعب بن الاشرف طاغوت الیہود، ح:۴۶۶۴، ص:۸۰۳، دارالسلام للنشر والتوزیع، الریاض، 1998ء ؛ ابوداؤد، سلیمان بن اشعث بن اسحاق الازدی السجستانی، (202-275ھ)؛ "السنن"، کتاب الجہاد، باب فی العدو یؤتی علی غرۃ یتشبہ بھم، ح:۲۷۶۸، ص:۴۰۳، دارالسلام للنشر والتوزیع، الریاض، 1999ء ؛ بخاری، محمد بن اسماعیل، (192-256ھ)؛ ''الجامع الصحیح''، کتاب المغازی، باب قتل کعب بن الاشرف، ح:۴۰۳۷، ص:۷۲۹، دارالسلام للنشر والتوزیع، الریاض، 1999ء

(۲) ''صحیح بخاری''، کتاب المغازی، باب قتل اَبی رافع عبداللہ بن اَبی الحُقَیق، ح:۴۰۳۹، ۴۰۴۰، ص:۸۳۰_۸۳۱

(3) William Muir(1905 A "Life of Mohamet", (John grant Edinburgh, 1923), p:249

(۴) ماہنامہ ''طلوع اسلام''، دہلی، ص:۱۲، ماہ فروری ۱۹۴۰ء، ج:۳، ش:۲

(۵) ایضاً

(۶) مالک بن انس الامام، (م 93-179ھ)، ''المؤطا''، کتاب حسن الخلق، باب ماجاء فی حسن الخلق، ح:۶۹۰، ص:۵۵۵، داراحیاء التراث العربی، بیروت، 1998ء

(۷) ''فتح الباری''، کتاب المغازی، باب قتل کعب بن الاشرف، ۷/۳۳۷، موسسۃ مناہل العرفان، بیروت

(۸) والنہایۃ''، ۲۳۶/۳،

(۹) ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے اس کے بغض عداوت کی ایک وجہ یہ بھی ذکر کی ہے کہ یہودی زیادہ تر تین قبیلوں بنی قینقاع، بنی نضیر اور بنی قریظہ میں منقسم تھے، ان میں آپس میں پھوٹ اتنی تھی کہ بعض قبیلے اگر عرب قبیلہ اوس کے حلیف تھے تو دوسرے قبیلے قبیلہ اوس کے دشمن عرب قبیلہ خزرج کے حلیف تھے اور آپس میں جنگ کرتے رہتے تھے۔ ان میں قینقاع عزت وحرمت میں ممتاز تھے، ان کا پیشہ زیور سازی اور سودی قرضہ کا لین دین تھا۔ بنی نضیر نخلستانوں کے مالک اور زراعت پیشہ تھے، بنی قریظہ سب سے زیادہ جنگجو تھے، یہ پیشہ ور چمار تھے اور جوتے وغیرہ بنایا اور بیچا کرتے تھے، یہ کم ذات اور حقیر سمجھے جاتے تھے۔ قریظی یہودی کا خون بہا نظیری یہودی سے آدھا ہوا کرتا تھا۔ رسول اکرم ﷺ مدینہ آئے تو آپ ﷺ نے اس ناانصافی کو منسوخ قرار دے کر مساوات کا حکم دیا کعب بن اشرف نظیری تھا، وہ آنحضرت ﷺ کے اس منصفانہ حکم سے آپ ﷺ کا جانی دشمن بن گیا۔'' (ڈاکٹر محمد حمید اللہ: ''رسول اللہ ﷺ کی سیاسی زندگی؛

ص:۲۵۳، دارالاشاعت، اردو بازار، کراچی، ۱۹۸۷ء)

(۱۰) والنھایۃ''، مقتل کعب بن الاشرف الیہودی، (سنۃ ۳ھ)، ۴/۶، ص:۷ دارالکتب العلمیۃ، ۲۰۰۱ء

(۱۱) الباری''، کتاب المغازی، باب قتل کعب بن الاشرف، ۷/۳۳۷، موسسۃ مناہل العرفان، بیروت

(۱۲) والنھایۃ''، مقتل کعب بن الاشرف الیہودی، (سنۃ ۳ھ)، ۴/۶، ص:۷-۸، دارالکتب العلمیۃ، ۲۰۰۱ء

(۱۳) الباری''، کتاب المغازی، باب قتل کعب بن الاشرف، ۷/۳۳۸، موسسۃ مناہل العرفان، بیروت

(۱۴) واقعات کی مکمل تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:

ابن حجر العسقلانی، احمد بن علی، (773-852ھ) ''فتح الباری''، کتاب المغازی، باب قتل کعب بن الاشرف، ۷/۳۳۷-۳۴۰، موسسۃ مناہل العرفان، بیروت؛ العینی، بدرالدین، علامہ، (م 855ھ): ''عمدۃ القاری''، کتاب المغازی، باب قتل کعب بن الاشرف، ۹/۱۳۱-۱۳۴، دارالفکر، بیروت ؛ النووی، محی الدین ابو زکریا یحی بن شرف، الامام، (631-676ھ)، ''المنہاج''، (شرح صحیح مسلم)، کتاب الجہاد والسیر، باب قتل کعب بن الاشرف، ۱۲/۱۶۰-۱۶۲، مؤسسۃ مناھل العرفان، بیروت ؛ ابن سعد، ابوعبداللہ محمد، (384-456ھ) ''الطبقات الکبریٰ''، سریۃ کعب بن الاشرف، ۱/۲۶۵، دارصادر، بیروت؛ ابن ہشام، ابومحمد عبدالمالک، (م 218ھ) ''السیرۃ النبویۃ''، مقتل کعب بن الاشرف، ۲/۵۰۲، داراحیاء التراث العربی، بیروت، 1995 ؛ السہیلی، ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ، (م ۵۸۱ھ)، ''الروض الانف''، ۳/۲۳۰-۲۳۷، دارالکتب العلمیۃ، بیروت ؛ ابن کثیر، ابوالفداء اسماعیل بن عمر (701-774ھ)، ''البدایۃ والنھایۃ''، مقتل کعب بن الاشرف الیہودی، ۴/۶، دارالکتب العلمیۃ، ۲۰۰۱ء؛ ابن عبدالبر، ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن محمد (م 463ھ)، ''الدرر فی اختصار المغازی والسیر''، ص:۱۵۲-۱۵۵، موسسۃ علوم القرآن، دمشق۔ بیروت، ۱۹۸۴ء

(15)Tor Andrew "Mohammad The Man And his Faith", P:147 (Translated byTheophil Menzel) Herper & Brothers,New York,1960.

(16) Watt,Montgomery "Muhammad At Medina", p:18 ,(Oxford Press London,1956)

(17)Montgomery Watt: "Muhammad, Prophet and statusman", p:98 ,(Oxford univercity Press,1961)

(18)William Muir(1905 A.D) "Muhammad and Islam", p:70

(19)Ameer Ali,Syed (1928 A.D) "The Spirit Of Islam", p:73 (Sajjid Book Depot,Urdu Bazar,Lahore,1986)

(۲۰) ''فتح الباری''، کتاب المغازی، باب قتل کعب بن الاشرف، ۷/۳۴۰، موسسۃ مناہل العرفان، بیروت

(۲۱) "فتح الباری"، کتاب المغازی، باب قتل أبی رافع عبداللّٰه بن أبی الحُقَیق، ۳۴۵_۳۴۲/۷

(۲۲) واقعے کی مکمل تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:

"عمدة القاری"، کتاب المغازی، باب قتل أبی رافع عبداللّٰه بن أبی الحُقَیق، ۱۳۵_۱۳۴/۹ ؛ "طبقاتِ ابنِ سعد"، سریۃ عبداللّٰہؓ بن عتیک، ۲۹۵/۱ ؛ "البدایۃ والنہایۃ"، مقتل ابی رافع الیہودی، (سنۃ ۵ ھ)، ۱۵۲_۱۴۸/۴، دار الکتب العلمیۃ، ۲۰۰۱ء ؛ "الدرر فی اختصار المغازی والسیر"، ص: ۲۱۱_۲۰۹

(23) "The Spirit of Islam", p:73

(۲۴) "ضیاء النبی ﷺ"، ۶۰۹/۷ ، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، ۱۴۱۸ھ

(25)Stanly Lane- Poole"Studies in a mosque",p:67 ,(Khayats Beriut 1966.)

(26) "The Spirit of Islam",p:74

(۲۷) المائدہ، ۳۳/۵

* * *